OPEN ACCESS
Journal of Islamic & Religious Studies
ISSN (Online): 2519-7118
ISSN (Print): 2518-5330
www.uoh.edu.pk/jirs

JIRS, Vol.:2, Issue: 2, 2017
DOI: 10.12816/0041890, PP: 65-74

قسط وار خرید وفروخت کے حکم کے متعلق فقہاء کرامؒ کی آراء: ایک علمی جائزہ

A Research Study of the Jurists' opinions regarding the Sale on Installments

Dr. Muḥammad Tahir
Abdul Wali Khan University Mardan, Pakistan

Dr. Kareem Dad
Abdul Wali Khan University Mardan, Pakistan

Abstract

In Islamic Sharia, the usury is prohibited while the trade has been allowed. This ruling is very clear and transparent in sources of Sharia. From the emergence of Islam many means of financing have been continuing which have got new shapes and names in modern ages. Among these contracts, one is sale in installments. This type of transaction is a part of modern financing in which the object is sold on the condition of payments in installments. The price of the object remains more than the cash payment. This concept has been discussed by the jurists and they have presented their different views about the sale in installments. In Islamic Sharia, the usury is prohibited while the trade has been allowed. This ruling is very clear and transparent in sources of Sharia. From the emergence of Islam many means of financing have been continuing which have got new shapes and names in modern ages. Among these contracts, one is sale in installments. This type of transaction is a part of modern financing in which the object is sold on the condition of payments in installments. The price of the object remains more than the cash payment. This concept has been discussed by the jurists and they have presented their different views about the sale in installments.

***Keywords**: Installments, Transaction, Islamic Law.*

تمہید

شریعت اسلام نے سود کو حرام اور تجارت کو جائز قرار دیا ہے۔ ربا کی حرمت اور بیع وشراء کی حلت کی صراحت قرآن وسنت میں موجود ہے۔ خرید وفروخت کی مختلف صورتیں ابتداء اسلام سے اب تک رائج ہیں، عصر حاضر میں تجارت جدید کی نت نئی صورتیں سامنے آتی رہتی ہیں، انہیں میں سے ،، بیع بالتقسیط،، بھی ہے یعنی قسطوں کی بنیاد پر خرید فروخت کا معاملہ بھی ہے، ایک

CC BY

آدمی ایک چیز کی ضرورت محسوس کرتا ہے اور اس کو خریدنا چاہتا ہے مگر اس کی قیمت اس شخص کی قوت خرید سے زیادہ ہوتی جس کی وجہ سے وہ اپنی ضرورت کی چیز خرید نہیں پاتا، آج کل تاجروں نے اس کے لئے یہ حل نکالا ہے کہ خریدار چند قسطوں میں قیمت کو ادا کرکے اپنی ضرورت کی تکمیل کرلے، زیر نظر مضمون میں مروجہ قسطوار خرید وفروخت کے حکم اور اس کے متعلق فقہاء کرام کی آراء کا تجزیاتی جائزہ لیا گیا ہے۔

1: قسطوار خرید وفروخت کا شرعی حکم:

بیع بالتقسیط کی اگر یہ تعریف کی جائے کہ مجلس عقد ہی میں فروخت کرنے والا مبیع (سامان وغیرہ) خریدار کے حوالہ کردے اور خریدار اس کی قیمت مجلس عقد میں ادا نہ کرے بلکہ قسط وار ایک متعین مدت پر ادا کرے۔ تو مذکورہ صورت کے جواز پر تقریباً تمام فقہاء کرام کا اتفاق ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے اس صورت کے جواز پر مسلمانوں کے تعامل سے اجماع کا دعویٰ کیا ہے [1]۔

۲: بیع بالتقسیط کے متعلق فقہا کرام کے آراء

بیع بالتقسیط میں بنیادی سوال یہ ہے کہ جس سامان کو ادھار فروخت کیا جائے اس کی قیمت نقد فروختگی کے مقابلہ میں کچھ زیادہ کردی جائے تو کیا شرعاً یہ جائز ہے؟

نقد فروخت کے مقابلہ میں اھار فروخت پر زیادہ قیمت لینے کے جواز میں کوئی نص صریح موجود نہیں ہے۔ فقہاء کرام کی رائیں اس میں مختلف ہیں۔ جمہور فقہاء کرام اس کے جواز کے قائل ہیں، لیکن بعض علماء اس کو ناجائز کہتے ہیں [2]۔ علامہ کاسانی فرماتے ہیں: کسی شئی کی ادھار قیمت بمقابلہ نقد قیمت کے زیادہ رکھنا درست ہے [3]۔ اور یہی جمہور احناف کا مسلک ہے۔ شوافعؒ کے نیز دیک بھی یہ جائز ہے [4]۔ امام مالکؒ بھی اس کو جائز قرار دیتے ہیں [5]۔ حنابلہؒ کے نزدیک بھی جائز و درست ہے [6]۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں، جس سامان کو ادھار فروخت کیا جائے، اس کی قیمت نقد فروختگی کے مقابلہ میں کچھ زیادہ کردی جائے تو ایسا کرنا جائز ہے، بشرطیکہ نقد اور ادھار فروختگی، دونوں میں سے کسی ایک کی تعین عند العقد ہی ہو جائے۔ لیکن اگر دونوں میں سے کسی ایک کی تعین عند العقد نہیں ہوتی، بلکہ یہ معاملہ تعیین، عقد کے بعد تک کے لئے ملتوی رکھا جاتا ہے تو اس صورت میں بیع درست نہ ہوگی [7]۔

امام ترمذیؒ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ اہل علم نے ''بیعتین فی بیعۃ،، کی تفسیر یہ کی ہے کہ مثلاً کوئی کہے کہ: میں تم کو یہ کپڑا دس روپے میں نقد بیچ رہا ہوں اور بیس روپے میں ادھار، اور عند العقد کسی ایک کی تعیین کے بغیر، ایک دوسے مفارقت اختیار کرلیتے ہیں تو اس صورت میں بیع درست نہ ہوگی، لیکن اگر کسی ایک کی تعیین مفارقت سے پہلے ہو جائے، تو اس صورت میں بیع درست ہوگی [8]۔ اور یہی بات کتب فقہ میں بھی مرقوم ہے [9]۔

خلاصہ یہ کہ نقد فروختگی میں قیمت کی کمی اور ادھار فروختگی کی صورت میں قیمت میں اضافہ کے ساتھ بیع بالکل درست اور جائز ہے اور یہ فقہاء اربعہ کا متفق علیہ مسئلہ ہے [10]۔

۳۔ ادھار قیمت کی ادائیگی یکمشت ضروری ہے؟

ادھار قیمت کی ادائیگی یکمشت شرعاً ضروری نہیں ہے، بلکہ اس کی گنجائش ہے کہ ادھار قیمت کو قسطوں میں ادا کیا جائے۔ لیکن اگر مشتری کسی قسط کی ادائیگی میں کوتاہی کرے گا تو بقیہ دین فوری واجب الادا ہو جائے گا [11]۔ ہاں قسطوں پر

ادائیگی کی صورت میں اتنا ضروری ہوگا کہ ادائیگی کی تاریخ اور رقم، دونوں کا تعین ہو تاکہ ان دونوں کی جہالت، تسلیم ثمن سے مانع نہ ہو جو کہ عقد بیع سے ہی واجب ہو جاتی ہے[12]۔

۴۔ مبیع کی قیمت معلوم مدت میں ادانہ کرنے پر اضافہ کی شرط لگانا:

بیع کی یہ صورت شرعاً سود ہے، جس کی ہر گز گنجائش نہیں ہے، کیونکہ اس صورت میں مدت کو مستقل حثیت دے کر اس کا عوض لیا جارہا ہے جو شرعاً حرام[13] ہے۔ اور اسی کو امام مالکؒ نے بھی بیان کیا ہے،،قال مالك: والأمر المكروه، الذي لا اختلاف فيه عندنا. أن يكون للرجل على الرجل الدين، إلى أجل. فيضع عنه الطالب، ويعجله المطلوب.قال مالك: وذلك عندنا بمنزلة الذي يؤخر دينه بعد محله، عن غريمه. ويزيده الغريم في حقه. قال: فهذا الربا بعينه. لا شك فيه،،[14]۔

قرض تجارت میں وقت معین پر ثمن ادانہ کرنے کے سبب مزید رقم واجب کرنا ظلم اور سود ہے چنانچہ علماء کرام فرماتے ہیں:

شرعاً اس طرح معاملہ کرنا جائز نہیں ہے، اور یہ مزید رقم جرمانہ اور مالی تاوان تو ہے ہی، اس کے علاوہ سود کی تعریف بھی اس پر صادق آرہی ہے[15]۔ نیز اس طرح جرمانہ عائد کرنا ظلم ہے، کیونکہ خریدار کے قیمت ادانہ کرنے کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو وہ تنگدست ہے جس کے سبب سامان کی قیمت یکمشت یا قسط وار نہیں ادا کر پا رہا ہے، یا وہ تنگدست تو نہیں ہے لیکن خواہ مخواہ ٹال مٹول سے کام لے رہا ہے، اب اگر وہ تنگدست ہے تو قرآن کریم کی تصریح کے مطابق بائع کی طرف سے ادائے ثمن میں مہلت دیا جانا واجب ہے: وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ[16]۔

اگر ایسی صورت میں بائع اس پر ثمن نہ ادا کرنے کی وجہ سے مزید رقم لازم کریگا، تو یہ سراسر ظلم ہوگا، نیز اس اضافے کے سود ہونے میں بھی کوئی شک نہیں ہے، نیز ادائے دین میں مہلت دے کر اس کے عوض لینے کو فقہاء کرام نے حرام قرار دیا ہے[17]۔ اور اگر خریدار ادائے ثمن میں تاخیر لاپرواہی اور ٹال مٹول کی وجہ سے کرتا ہے، تو یقیناً خریدار کے اس عمل سے بائع کو ضرر عظیم لاحق ہوگا، تاہم لوگوں میں دینی واخلاقی اقدار کی کمی کی وجہ سے ٹال مٹول کی بیماری عام ہو گئی ہے، جو یقیناً ظلم ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: «مطل الغني ظلم»[18] اور اس صورت میں ٹال مٹول کرنے والا سزا پانے اور بے آبرو ہونے کے لائق ہو جاتا ہے، اور ایسے شخص کا شرعاً بائیکاٹ بھی کیا جاسکتا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: «لي الواجد يحل عرضه وعقوبته»[19] "مالدار کا ٹال مٹول کرنا اس کی آبرو کو حلال کر دیتا ہے اور اس کو سزا دینا بھی جائز کر دیتا ہے" لیکن دور حاضر میں معاشرہ کا نظام درہم برہم ہو جانے کے سبب کسی شخص کو سزا دینا یا اس کا بائیکاٹ کرنا آسان نہیں ہے، اگر اس پر ثمن کے علاوہ مزید کچھ رقم کی ادائیگی یوں ہی متعین کرکے یا فیصد کے حساب سے بطور جرمانہ لازم کر دی جائے تو اس پر عمل تو ممکن ہے لیکن شرعاً ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

اس پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے، جن احادیث سے جواز معلوم ہوتا ہے اس سب کو حضرات محدثین وفقہاء کرامؒ نے منسوخ قرار دیا ہے[20]۔

۵: معین وقت پر ثمن ادانہ کرنے ولوں پر مالی جرمانہ عائد کرنے کی جائز صورت:

مذکورہ بالا تحقیق سے تو یہ معلوم ہوا کہ ادائے ثمن میں تاخیر کرنے والوں پر مالی معاوضہ لازم کرنے کی تجویز بھی شرعاً درست نہیں ہے ، البتہ اس کی جائز صورت یہ تجویز کی جاسکتی ہے کہ معاہدہ بیع کے وقت بائع مشتری سے اس بات کا عہد لے کہ اگر خریدار نے ثمن کی ادائیگی میں تاخیر وکوتاہی کی تو اس پر لازم ہوگا کہ وہ ثمن کے تناسب سے ایک معین رقم خیراتی کاموں میں بطور تبرع خرچ کرے گا ،اور یہ رقم پہلے وہ بائع کو ادا کرے گا اور پھر بائع خریدار کی طرف سے نیابۃ اس رقم کو خیراتی کاموں میں لگادے گا ، ظاہر ہے کہ اس صورت میں مذکورہ رقم نہ بائع کی ملک ہوگی ،اور نہ ہی اس کی آمدنی اور منافع کا حصہ ہوگی ،بلکہ خیراتی کاموں میں صرف کرنے لے لئے بطور امانت اس کے پاس وہ رقم محفوظ رہے گی۔

مذکورہ تجویز خریدار کے لئے اُدھار ثمن وقت پر ادا کرنے کے سلسلہ میں بہترین دباؤ ہے اور توقع ہے کہ یہ تجویز ٹال مٹول کے سد باب کے لئے مالی معاوضہ والی تجویز کے مقابلہ میں زیادہ مؤثر ہوگی ، نیز بطور تبرع والی رقم کے لازم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ رقم اُدھار ثمن کے متناسب حصے کے برابر فیصد کے حساب متعین ہو یا یونہی ایک رقم متعین کرلی جائے تاکہ خریدار وقت پر اُدھار ثمن ادا کرنے کا پابند ہو جائے [21]۔

مذکورہ تفصیل فقہاء مالکیہ کے قول کے مطابق ہے ، فقہاء احناف فرماتے ہیں کہ عام طور سے وعدہ قضاء لازم نہیں ہوگا ،البتہ بعض دعوے لوگوں کی ضرورت کی وجہ سے لازم ہوجاتے ہیں [22]۔ لہٰذا اُدھار بیع میں ثمن کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنے کو روکنے کی غرض سے اور لوگوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے مذکورہ تجویز لازم قرار دینے کی گنجائش ہے۔

۶: قرض کے معاملہ میں طے شدہ رقم کو مقررہ وقت سے پہلے اس کے ایک حصہ کی معافی کی شرط پر وصول کرنا:

اس سلسلہ میں فقہاء کرامؒ کی دو رائیں ہیں :

ا: پہلی رائے یہ ہے کہ معاملہ کی یہ صورت جائز ہے ،اس لئے کہ بائع اپنے دین کا کچھ حصہ چھوڑ دیتا ہے اور کچھ حصہ وصول کرلیتا ہے جس کا اسے حق ہے جیسا کہ نقدلین دین میں اسے کچھ حصہ چھوڑ دینے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ صحابہ کرام میں سے سیدنا عبداللہ بن عباسؓ فقہاء تابعین میں سے ابراہیم نخعیؒ ،ائمہ احناف میں سے امام زفر،اور شوافع میں سے ابو ثورؒ اس معاملہ کے جواز کے قائل ہیں [23]۔

۲: دوسری رائے یہ ہے کہ معاملہ کی یہ صورت ناجائز ہے۔ کیونکہ جس طرح دین مؤجل میں تاخیر کی صورت میں دائن کے لئے اجل (مدت) کے عوض اصل دین سے زائد رقم لینا حرام اور سود میں داخل ہے اسی طرح وقت مقررہ سے پہلے تعجیل کی صورت میں اجل کے عوض مدیون کے لئے اپنے ذمہ واجب الاداء دین کا کچھ حصہ لینا جائز نہیں ہوگا۔

صحابہ کرام میں سے سیدنا ابن عمرؓ ،زید بن ثابتؓ اور تابعین میں سے محمد بن سرینؒ ، حسن بصریؒ ، ابن المسیبؒ ، اور امام شعبیؒ عدم جواز کے قائل ہیں ، اور یہی ائمہ اربعہ کا بھی مذہب ہے [24]۔

ابن قدامہؒ لکھتے ہیں : اگر ایک شخص کا دوسرے کے ذمہ دین مؤجل ہو ، اب وہ شخص اپنے غریم سے مطالبہ کرے کہ مجھ سے دین کا کچھ حصہ ساقط کردو ، بقیہ دین میں فوراادا کردوں گا تو یہ صورت جائز نہیں ہے۔ سیدنا زید بن ثابتؓ ، ابن عمرؓ ، مقدادؓ ، ابن المسیبؒ ، سالمؒ ، حسن بصریؒ ، حمادؒ ، امام شافعیؒ ، امام مالکؒ ، امام ثورؒ ، امام ہیثمؒ ، امام اسحاقؒ ، امام ابو حنیفہؒ نے اس معاملہ کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے ، سیدنا مقدادؓ نے ایسے دو شخصوں کو جنہوں نے اس طرح معاملہ کیا تھا خطاب کرتے ہوئے فرمایا: تم دونوں

نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کا اعلان کیا ہے[25]۔ سیدنا ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اس معاملہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔امام نخعی اور ابو ثور سے یہی منقول ہے۔اس لئے کہ اس صورت میں قرض خواہ اپنے حق کا کچھ حصہ وصول کر رہا ہے اور کچھ حصہ معاف کر رہا ہے، لہٰذا یہ صورت جائز ہے۔ جیسا کہ دین نقد میں یہ صورت درست ہوتی ہے۔

ہمارے نزدیک چونکہ مذکورہ صورت میں مدت کی بیع ہو رہی ہے ، اس لئے جائز نہیں ہے جیسے کہ اگر قرض خواہ دین میں اضافہ کرتے ہوئے مقروض سے کہے کہ تم میرا سو درہم کا قرض فوراادا کر دو، میں تمہیں دس درہم دوں گا۔ظاہر ہے کہ یہ صورت جائز نہیں ہے۔[26]

علامہ برہان الدین مرغینانیؒ لکھتے ہیں: ولو كانت له ألف مؤجلة فصالحه على خمسمائة حالة لم يجز[27]" اگر کسی شخص کا دوسرے کے ذمہ ایک ہزار دین مؤجل ہو اور وہ مدیون سے نقدی پانچ سو پر مصالحت کرے تو جائز نہیں ہوگا۔

اور امام محمدؒ اس مسئلہ کے متعلق فرماتے ہیں: وبهذا نأخذ. من وجب له دين على إنسان إلى أجل،فسأل أن يضع عنه، ويعجل له ما بقي لم ينبغ ذلك لأنه يعجل قليلا بكثير دينا، فكأنه يبيع قليلا نقدا بكثير دينا. وهو قول عمر بن الخطاب وزيد بن ثابت وعبد الله بن عمر ، وهو قول أبي حنيفة [28] . اس مسئلہ میں ہمارا مذہب عدم جواز کا ہے اور ہم اس سے استدلال کرتے ہیں کہ اگر ایک شخص کا دوسرے شخص کے ذمہ کسی مدت پر دین واجب ہو اور وہ اس سے کہے کہ وہ اس سے دین کا کچھ حصہ ساقط کر دے گا بشرطیکہ وہ بقیہ دین فوراادا کرے تو یہ صورت جائز نہیں ہو گی اس لئے کہ اس صورت میں وہ دین کثیر کے عوض میں دین قلیل کو فوری طلب کر رہا ہے گویا کہ وہ قلیل نقد کو کثیر دین کے عوض فروخت کر رہا ہے، یہی سیدنا عمرؓ، زید بن ثابتؓ، ابن عمرؓ کا قول ہے اور امام ابو حنیفہؒ کا بھی یہی قول ہے۔

مذکورہ نصوص فقہیہ اور آثار تابعین کی وجہ سے مدت کے مقابلے میں دین کے کچھ حصے کو ساقط کرنے کی حرمت کو راجح قرار دیا گیا ہے۔

۷: قیمت وصول کرنے کے لئے رہن رکھنا:

کتاب وسنت نے سود کا دروازہ بند کر دیا ہے اور قرض پر بھی کسی طرح کا نفع اٹھانا حرام قرار دیا ہے ،آپ ﷺ کا ارشاد ہے : " كل قرض جر منفعة فهو وجه من وجوه الربا "[29] اور سود کے بارے میں حقیقت سود تو کجا شبہ سود بھی نا قابل برداشت ہے ، اس لئے رہن کے سامان سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ، بعض فقہاء احناف نے مالک کی اجازت سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دی ہے[30]۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیوں کہ سود کا حاصل کرنا اور اس سے فائدہ اٹھانا بہر حال ناجائز ہے ، گو رضامندی اور خوشی سے حاصل کیا جائے[31]۔

اگر بائع کے قبضہ میں رہتے ہوئے مال مرہون ضائع ہو جائے تو بائع اس کا ضامن قرار دیا جائے گا یعنی اگر مال مرہون کی قیمت دین کے برابر ہے تو گویا بائع دین کا وصول کرنے والا شمار کیا جائے گا،اور اگر مال مرہون کی قیمت دین کے مقابلہ میں زیادہ ہے تو دین کے برابر منہا کرکے بقیہ قیمت کا بائع ضامن ہوگا اور زائد رقم مشتری کے حوالہ کرنا ہوگی، اور اگر مال مرہون کی قیمت دین کے مقابلہ میں کم ہے تو دین میں سے اتنی مقدار مشتری سے ساقط ہوگی، لیکن بقیہ رقم بائع مشتری سے وصول کریگا[32]۔

وقت پر ادا نہ کرنے یا ٹال مٹول کی صورت میں مرتہن راہن کے خلاف دار القضاء (عدالت) میں دعویٰ پیش کرے گا جج

راہن کو ادائیگی کے لئے حکم دے گا پھر بھی ادا نہ کرے تو راہن کو ایک مدت کے لئے قید کر دیا جائے گا، اور اگر اس کے بعد بھی ادائیگی نہ کرے تو قاضی مال مرہون کو فروخت کر کے مرتہن کے دین کی ادائیگی کرے گا، اگر فروخت شدہ مال مرہون کی قیمت دین سے زائد ہو گی تو زائد رقم راہن کو واپس کر دی جائے گی، اور اگر کم ہو گی تو قاضی اس کو اس وقت تک قید میں رکھے گا جب تک کہ وہ مکمل ادائیگی کا انتظام نہ کروادے[33]۔

۸: قسطوں کی ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں مہلت کو ختم کرنا:

بیع بالتقسیط کے ذیل میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر خریدار نے طے شدہ قسطوں میں سے کسی قسط کی ادائیگی میں تاخیر کردی تو کیا ایسی صورت میں بائع کے لئے مہلت کے معاملہ کو ختم کرنا، اور فوری طور پر بقیہ تمام اقساط کی ادائیگی کا مطالبہ شرعاً کیا حکم رکھتا ہے، واضح رہے کہ ،، بیع بالتقسیط،، کے بعض ایگریمنٹ میں اس امر کی صراحت کردی جاتی ہے کہ اگر خریدار مقررہ وقت پر کوئی قسط ادا نہ کر سکا تو اس صورت میں آئندہ کی باقی اقساط کو بھی فوراً ادا کرنا ضروری ہوگا، اور بائع کے لئے فی الحال تمام اقساط کا مطالبہ کرنا جائز ہوگا۔ اس میں سوال یہ ہے کہ کیا بیع بالتقسیط میں اس طرح کی شرط لگانا درست ہے؟

بائع کے لئے بیع بالتقسیط میں اس طرح شرط لگانا درست ہے، اور خریدار کی طرف سے طے شدہ اقساط میں کسی قسط کی عدم ادائیگی یا اس میں تاخیر کی صورت میں بائع کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ پہلے سے حاصل شدہ مہلت کو ختم کردے، علامہ ابن نجیم نقل کرتے ہیں: ولو قال كلما دخل نجم، ولم يؤد فالمال حال صح، والمال يصير حالا[34]۔

۹: کیا فریقین میں سے کسی ایک کی موت کی صورت میں اقساط کا معاملہ اپنی جگہ باقی رہے گا؟

بیع بالتقسیط کے مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ اقساط کی ادائیگی کی مقررہ وقت سے قبل ہی اگر فریقین میں سے کسی ایک فریق کا انتقال ہو جائے تو کیا یہ معاملہ اب بھی اسی تفصیل اور مہلت کے ساتھ باقی رہے گا جو طے شدہ تھا یا معاملے کی نوعیت میں فرق آجائے گا۔

الف: دائن کا انتقال ہو جائے، دائن کے انتقال کی صورت میں معاملہ میں کوئی فرق نہیں پڑے گا، اور دائن نے بوقت معاملہ قیمت کی ادائیگی کے لئے جو مہلت دی تھی وہ بدستور سابق باقی رہے گی۔ دائن کے ورثاء اپنے مورث کے قائم مقام قرار پائیں گے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں: ويبطل الأجل بموت المديون لا الدائن[35].

ب: مدیون کی موت ہو جائے اس سلسلہ میں فقہاء کرامؒ کے حسب ذیل اقوال ہیں:

ا: مدیون کی موت کی صورت میں دین مؤجل فوری واجب الادا ہو جاتا ہے، حنفیہ، شافعیہ، اور جمہور فقہاء مالکیہ کا یہی مسلک ہے، امام شعبی، امام نخعی، سوار، امام مالک، ثور، شافعی، اور امام ابو حنیفہؒ کا یہی قول ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کا بھی ایک قول یہی ہے۔ مگر حنابلہ کا قول مختار یہ ہے کہ اگر مدیون کے ورثاء اس دین کی توثیق وتصدیق کردیں تو ایسی صورت میں مدیون کی موت سے دین کی ادائیگی فوری واجب نہیں ہو گی، بلکہ حسب سابق دین مؤجل ہی رہے گا۔

دوسری رائے یہ ہے کہ مدیون کی موت کی صورت میں دین کی ادائیگی فوری طور پر واجب الادا نہیں ہو گی بلکہ دین مؤجل ہی رہے گا، اگرچہ مدیون کے ورثاء دین کی توثیق کردیں، امام ابن سیرین، عبداللہ بن الحسن، اسحاق، ابوعبید، طاؤس،

ابو بکر بن محمد، امام زہری، اور سعید بن ابراہیم کا یہی مسلک ہے[36]۔

مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ نے حنابلہ کی رائے کو ترجیح دی ہے، یعنی مدیون کے ورثاء کی تصدیق و توثیق کی صورت میں دین مؤجل ہی رہے گا۔ یہی رائے مناسب اور اشبہ بالفقہ معلوم ہوتی ہے[37]۔

۱۰: کریڈٹ لیٹر کا حکم:

خریدار کی طرف سے گارنٹی لینا شرعاً جائز ہوتا ہے، اس لئے کہ یہ کفالت کی ایک صورت ہے، کفالہ کا حکم بیان کرتے ہوئے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر ضمانت یا دوسرے الفاظ میں کفالت اصیل کے حکم سے ہے تو کفیل بعد میں اپنا روپیہ یا سامان اصیل سے واپس لے سکتا ہے۔

لیکن اگر کفالت یعنی ضمانت اصیل کے حکم کے بغیر ہے تو اس میں کفیل اصیل سے رجوع نہیں کر سکتا، کہ یہ اس کی جانب سے تبرع تصور کیا جائے گا۔

آج کل کریڈٹ لیٹر اس عہد جدید کی ایک عام اور مروج چیز بن چکی ہے۔ کہ بعض ادارے یا اشخاص اس کی ضمانت اور گارنٹی لیتے ہیں، ساتھ ہی اجرت و معاوضہ کا لین دین ہوتا ہے، شریعت پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت جائز ہونی چاہئے اور اداروں یا اشخاص کی جانب سے اجرت لینا سود کے دائرہ میں نہیں آتا ہے، بلکہ یہ ان کی اجرت ہوگی، اور یہ لینا دینا جائز ہوگا، اور مولانا اشرف علی تھانویؒ نے لکھا ہے کہ ضمانت کمیشن پر ایجنٹ بنانا درست ہے[38]۔

خلاصہ بحث

۱: خرید و فروخت کے معاملہ میں ادھار فروخت کی صورت میں بمقابلہ نقد قیمت کا اضافہ دُرست ہے بشرطیکہ قیمت اور اجل معلوم ہو۔

۲: اُدھار قیمت یکمشت ادا کی جائے یا چند قسطوں میں دونوں صورتیں جائز ہیں۔

۳: اُھار خرید و فروخت میں نقد کے مقابلہ میں قیمت کی زیادتی ربا کے تحت نہیں آتی۔

۴: معینہ مدت میں قیمت یا قسط کے ادا نہ کرنے کی صورت میں مزید کسی طرح کی زیادتی کا مطالبہ اور معاملہ سود کے تحت داخل ہے، خواہ معاملہ کرتے وقت اس طرح کی شرط لگائی گئی ہو، یا یہ کہ بعد میں اس طرح کا مطالبہ کیا جائے۔

۵: دین کو وقت پر ادا نہ کرنے کی صورت میں دار کو بار بار متوجہ کرنے کے بعد جب یہ اس کا ٹال مٹول ظاہر ہو، قرض خواہ کو اجازت ہے کہ سامان کو واجبی قیمت پر بیچ کر اپنا حق وصول کر لے۔

۶: جس نے بطور رہن کوئی سامان اپنے پاس رکھا ہو، اس کا رہن رکھے ہوئے سامان سے نفع اٹھانا سود ہے جو کسی حال میں جائز نہیں ہے۔

۷: رہن کا سامان اگر رہن رکھنے والے کے پاس ہلاک ہو جائے تو سامان کی قیمت اگر دین کے برابر ہے، تو کسی کے ذمہ کوئی حق نہیں رہا، اگر سامان کی قیمت کم ہے تو دین کی باقی رقم دین والے کے ذمہ واجب ہوگی، اگر سامان کی قیمت زیادہ ہے تو اگر رہن لینے والے کا عمل لاپرواہی اس میں داخل ہے تو دین سے زیادہ قیمت رہن لینے والے کے ذمہ واجب ہوگی۔

۸: دین کی ادائیگی کے لئے طے شدہ مدت سے قبل دین کی ادائیگی کا مطالبہ جب کہ قسطیں وقت پر ادا نہ کی جا رہی ہوں دُرست ہے۔

۹: جملہ اقساط کی ادائیگی سے قبل اگر مدیون (خریدار) کی موت ہو جائے تو بھی معاملہ علی حالہ باقی رہے گا، جیسا کہ دائن کی موت کی صورت میں باقی رہتا ہے، بشر طیکہ بائع (دائن) اس پر راضی ہو۔

۱۰: کریڈیٹ کارڈ کی اجرت لینا آج کل مروج ہے، یہ کفالہ کے حکم میں ہے اس لئے اکثر فقہاء نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

References

[1] الحرانی، تقی الدین، احمد بن عبدالحلیم، ابن تیمیہ، مجموع الفتاویٰ، دارالحدیث، قاہرہ، ۲۰۰۶م، ج ۲۹، ص ۴۹۹۔
Aḥmad bin ʻAbd al Ḥalym, Ibn e Tymiyyah, *Majmooʻ al Fatawa,* (Cairo: Dār al Ḥadith 2006), 29:499

[2] الشوکانی، محمد بن علی بن محمد عبداللہ، یمنی، نیل الاوطار، دارالحدیث، مصر، بدون تاریخ، ج ۵، ص ۱۷۱۔
Muḥammad bin ʻAli, *Nyl al Awṭar,* (Egypt: Dār al Ḥadith), 5:171

[3] الکاسانی، علاء الدین، احمد بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، دارالکتب، بیروت، طبع دوم، ۱۹۸۶م، ج ۵، ص ۲۲۴۔
Aḥmad bin Masʻood, *Bada'e' al ṣana'e'* , (Beirut: Dār al Kutub, 2nd Edition, 1986), 5:224

[4] الرافعی، محمد بن عبدالکریم، فتح العزیز علی ھامش المجموع، دارالفکر بیروت، بدون تاریخ، ج ۹، ص ۲۱۔
Muḥammad bin ʻAbd al Karim, *Fatḥu al ʻaziz ʻala hamish al majmooʻ*, (Beirut: Dār al Fikar), 9:21

[5] القرطبیؒ، محمد بن احمد، ابوالولید، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، دارالحدیث القاہرہ، بدون تاریخ، ج ۲ ص ۲۱۵۔
Muḥammad bin Aḥmad, *Bidayat al mujtahid wa nihayat al muqtaṣid*, (Cairo: Dār al Ḥadith), 2:215

[6] المقدسی، ابوقدامہ، موفق الدین، عبداللہ بن احمد، مکتبۃ القاہرہ، المغنی، ج ۴ ص ۱۳۲۔
ʻAbd allah bin Aḥmad, *Al Mughny,* (Cairo: Maktabat al Qahirah), 4:132

[7] الترمذی، محمد بن عیسی، جامع الترمذی، دارالغرب الاسلامی، بیروت، لبنان، ج ۱ ص ۱۴۷۔
Muḥammad bin ʻiysa, *jameʻ al tirmidhy,* (Beirut: Dār al Gharb al Islami), 1:147

[8] مصدر سابق۔
Ibid.

[9] الجزری، محمد بن عبدالرحمٰن، الفقہ علی المذاہب الاربعہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، طبع دوم ۲۰۰۳م، ج ۲ ص ۲۴۳۔
Muḥammad bin ʻAbd al Raḥman, *Al Fiqh ʻala al madhahib al arbaʻah,* (Beirut: Dār al kutub al ʻelmiyah, 2nd Edition, 2003), 2:243

[10] القاسمی، مفتی اشتیاق احمد، جدید فقہی مباحث، ادارۃ القرآن، کراچی، اشاعت اول، ۲۰۰۹م، ج ۲۵، ص ۳۱۰۔
Ishtiyaq Aḥmad, *Jadid Fiqhy Mubaḥith,* (Karachi: 'idārat al Qur'an, 1st Edition, 2009), 25:310

[11] شیخ زادہ، عبدالرحمٰن بن محمد، مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ج ۴ ص ۹۔
ʻAbd al Raḥman, *Majmaʻ al anhur*, (Beirut: Dār 'eḥya al turath al ʻarabi), 4:9

[12] المرغینانی، علی بن ابی بکر، برھان الدین، ھدایہ مع شرح العینی، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ج ۳ ص ۱۶۔

'Ali bin 'aby bakar, *Hidayah,* (Beirut: Dār 'eḥya al turath al 'arabi), 3:16

13 ہدایۃ، ج ۳ ص ۵۸۔

Ibid., 3:58

14 مالک بن انسؒ، الموطاء، بتحقیق الاعظمی، مؤسسۃ زاید آل النہیان، ابوظبی، ۲۰۰۴م حدیث نمبر: ۲۴۸۱۔

Malik bin 'anas, *Al Mu'aṭṭa,* (Abu Ẓaby, :Muassassah Zayid āl al nahyan), No.:2481

15 ہدایۃ، باب الربا، ج ۲ ص ۶۱۔

Hidayah, Bab al Riba, 2:61

16 البقرۃ: ۱۸۰: ۲۔

Surah al Baqarha, Verse No. 180

17 ہدایۃ، ج ۳ ص ۲۳۵۔

Hidayah, 3:235

18 البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، دار طوق النجاۃ، طبع اول، ۱۴۲۲، حدیث نمبر: ۲۴۰۰۔

Muḥammad bin 'isma'il, *ṣaḥyḥ al bukhary,* (Beirut: Dār Ṭowq al Najat, 1st Edition, 1422), No.:2400

19 القزوینی، الامام محمد بن یزید، ابن ماجۃ، سنن ابن ماجۃ، داراحیاء التراث العربی، بدون طبع وتاریخ، حدیث نمبر: ۲۴۲۷۔

Muḥammad bin Yazyd, *Sunan Ibn e majah,* (Beirut: Dār 'eḥya al turath al 'arabi), No.:2427

20 الشامی، محمد امین، ردالمحتار، مکتبہ دارالحدیث، قاہرہ، بدون تاریخ، ج ۳ ص ۱۹۶۔

Muḥammad 'amyn, *Rad al Muḥtar,* (Cairo: Maktabah Dār al Ḥadtih), 3:196

21 العثمانی، محمد تقی، فقہی مقالات، مکتبہ دارالعلوم کراچی، ج ۱ ص ۱۳۱۔

Muḥammad Taqy, *Fihqy Maqalāt,* (Karachi: Maktabah Dār al 'uloom), 1:131

22 الحصکفی، محمد بن علی، الدرالمختار شرح تنویر الابصار، دارالفکر بیروت لبنان، طبع دوم ۱۹۹۲م، ج ۴ ص ۲۷۵۔

Muḥammad bin 'Ali, *Al Dur al mukhtar,* (Beirut: Dār al Fikar, 2nd Edition, 1992), 4:275

23 القاسمی، مجاہد الاسلام، جدید فقہی مباحث، ادارۃ القرآن کراچی، ج ۲۵، ص ۱۲۸۔

Mujahid al Islam, *Jadid Fiqhi Mabaḥith,* (Karachi: 'idārat al Qur'an), 25:128

24 الصنعانی، عبدالرزاق، مصنف عبدالرزاق، دارالفکر بیروت، ج ۸ ص ۷۴۔

'Abd al razzaq, *Muṣannif* 'Abd *al razzaq,* (Beirut: Dār al Fikar), 8:74

25 الدمشقی، موفق الدین، عبداللہ بن احمد، ابن قدامہ، المغنی، دارالفکر، ج ۳ ص ۴۹۰۔

'Abd allah bin Aḥmad, *Al Mughni,* (Beirut: Dār al Beirut: Dār al Fikar), 3:490

26 مصدر سابق۔

Ibid.

27 ہدایہ، ج ۳ ص ۱۹۵۔

Hidayah, 3:195

28 الشیبانی، محمد بن حسن، موطا امام محمد، دارالقلم دمشق، ج ۱ ص ۳۳۲۔

Muḥammad bin Ḥassan, *Muwaṭṭa imam Muḥammad,* (Dimashq: Dār al Qalam), 1:332

29 البیہقی، ابوبکر، احمد بن الحسین، السنن الکبریٰ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، طبع سوم، ۲۰۰۰، حدیث نمبر: ۱۰۱۳۳۔

Aḥmad bin al Ḥusain, *Al Sunan al kubra',* (Beirut: Dār al kutub al 'elmiyah, 2nd Edition, 2000), No.:10133

30 ردمختار، ج ۵ ص ۳۱۰۔

Radd e Muḥtar, 5:310

[31]مصدر سابق۔

Ibid.

[32]الدر المختار مع الرد، ج۵ ص۳۰۹۔

Al Durr al Mukhtar, 5:309

[33]ہدایہ، ج۳ ص۱۴۷۔

Hidayah, 3:147

[34]المصری، ابن نُجیم، زین الدین ابراھیم بن محمد، البحر الرائق، دار الکتاب الاسلامی، طبع دوم بدون التاریخ، دمشق، ج۶ ص۱۳۳۔

Zyn al Din Ibrahym bin Muḥammad, *Al Baḥr al Ra'eq,* (Dimashq: Dār al Kitab al Islami), 6:133

[35]رد محتار، ج۷ ص۵۳۔

Radd e Muḥtar, 7:53

[36]المغنی، ج۴ ص۴۸۴۔

Al Mughny, 4:484

[37]جدید فقہی مباحث، ج۲۵ ص۱۳۲۔

Jadid Fiqhi Mabaḥith, 25:132

[38]تھانوی، اشرف علی، امداد الفتاوی، مکتبہ دار العلوم کراچی، ج۳ ص۱۲۹۔

Ashraf 'Ali thanwi, *'emdad al fatawa',* (Karachi: Maktabah Dār al 'uloom), 3:129